عالمِ اسلام میں کمیونسٹ حکمتِ عملی

جناب عبدالکریم عابد صاحب

مسلمان اور غیر مسلمان ملکوں میں عالمی کمیونسٹ تحریک کا تقابلی مطالعہ کیا جائے تو یہ بات واضح ہو گی کہ بین الاقوامی کمیونزم عالمِ اسلام میں نہ صرف اپنا ایک الگ، جداگانہ اور مخصوص طریق کار رکھتا ہے، بلکہ مسلمان ملکوں میں اس کے مقاصد بھی مختلف ہیں۔ جس چیز کو کمیونسٹ فلسفہ غیر مسلم ملکوں کے لیے خوب سمجھتا ہے اُسے وہ مسلمان ملکوں کے لیے ناخوب قرار دیتا ہے اور جو بات غیر مسلم ملکوں میں غلط اور بُری بتائی جاتی ہے اس کے صحیح اور اعلیٰ وارفع ہونے کا پروپیگنڈہ مسلمان ملکوں میں خاص اہتمام کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ کمیونسٹ حکمتِ عملی کے اس دلچسپ تضاد کو مغربی دانشوروں نے محسوس نہیں کیا اور اگر کہیں محسوس کیا بھی تو اس کا تذکرہ خلافِ مصلحت سمجھا۔ دوسری طرف ہم بھی اسے سمجھ نہیں سکے، لیکن اب آہستہ آہستہ مسلمان ملکوں میں مخصوص کمیونسٹ حکمتِ عملی کا احساس و ادراک کیا جانے لگا ہے، لیکن یہ کافی نہیں ہے اور ضرورت ہے کہ ہمارے دانشور اس پر توجہ مرکوز کریں اور اس کا تفصیلی تجزیہ کریں تاکہ کمیونسٹ چہروں کے جو نقاب ہیں وہ پہچانے جا سکیں۔

عالمِ اسلام کے کمیونسٹوں کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ارضِ اسلام کے سیکولرائزیشن کو بنیادی اہمیت دیتے ہیں اور اس مقصد کے لیے وہ سامراج کے ایجنٹوں کی

ایجنٹوں کی مدد کرتے ہیں۔ ان کا استدلال یہ ہے کہ غیر مسلم ملکوں میں تو سیکولرازم کو بہ طورِ اصول قبول کر لیا گیا ہے، لیکن مسلمان ملکوں کا یہ معاملہ نہیں ہے، بلکہ ادھر اسلامی حکومت، اسلامی دستور و آئین، اسلامی نظام، نفاذِ شریعت اور اس مفہوم کے دوسرے نعرے اثر اور طاقت رکھتے ہیں۔ اس لیے یہاں بنیادی اہمیت کا فریضہ سامراج سے لڑائی نہیں ہے، بلکہ سامراج کے منفی اور سرمایہ دارانہ نظام نے جو سیکولر ذہن پیدا کیا ہے۔ اُسے فتح یاب بنانے کے لیے جدوجہد کرنی چاہیے اور یہ جدوجہد ایسی ہے جو سامراج اور اس کے ایجنٹوں کے نقطۂ نظر سے بھی پسندیدہ ہے۔ اِس اشتراکِ مقصد کی بنا پر مسلمان ملکوں میں سامراج سے کمیونسٹوں کا رشتہ تصادم کا نہیں، بلکہ تعاون کا ہے۔ اس تعاون سے ہی خطۂ اسلام کو سیکولرائز کیا جا سکتا ہے اور سیکولرازم ہی کی سرزمین پر سوشلزم کا شجر برگ و بار لا سکتا ہے۔ اس لیے پہلی اہمیت کی بات سامراج دشمنی نہیں ہے، سیکولرازم کا فروغ اور نفاذ ہے۔ یہ بات کمیونسٹوں کے لیے اتنی اہمیت رکھتی ہے کہ وہ ان اسلامی اور دینی عناصر سے بھی ہاتھ ملانے کے لیے تیار نہیں ہوتے جو سچے مجاہدانہ جذبے کے ساتھ سامراج سے لڑتے ہیں۔ اسلامی اور دینی عناصر سے ہاتھ ملانا تو درکنار، یہ اُلٹا سامراج کے حامی اور مددگار بن کر اسلامی اور دینی عناصر کا صفایا کرنا چاہتے ہیں۔ یہی کچھ کمیونسٹوں نے مشرقِ وسطیٰ میں کیا۔ اور خود پاکستان میں اسکندر مرزا کی حمایت کا اظہار کرنے کے لیے کراچی میں مزدوروں کا جلوس نکالا۔ غلام محمد کی حمایت کی گئی۔ ایوبی آمریت کی تائید کی گئی۔ آئندہ بھی کمیونسٹ حکمتِ عملی یہی ہوگی کہ جو بھی آمر یا ڈکٹیٹر سیکولرازم کی حمایت کرے اُس کی بھرپور حمایت کی جائے، خواہ وہ سامراج کا کتنا ہی بڑا آلۂ کار ہو۔

غیر مسلم ملکوں میں کمیونسٹ پہلے تو جمہوریت اور جمہوری نظام کو یکسر مسترد کرتے تھے۔ کیونکہ ان کے خیال میں جمہوریت سرمایہ داری کا ایک ڈھکوسلا ہے، لیکن رفتہ رفتہ حکمتِ عملی تبدیل ہونے لگی۔ سٹالین کے بعد کمیونسٹوں نے نیا فلسفہ اپنایا۔

جس کی رو سے جمہوریت اور جمہوری اداروں کو ایک محترم چیز تسلیم کر لیا گیا لیکن جہاں تک مسلمان ملکوں کا تعلق ہے تو کمیونسٹ نظریہ یہی ہے کہ یہاں جمہوریت کو نہیں آنا چاہیے کیونکہ جمہور مسلمین کے احساسات کو بروئے کار آنے کا موقع دیا گیا تو نہ سیکولرازم کے لیے راہ صاف ہوگی نہ سوشلزم کے لیے گنجائش پیدا ہوگی۔ اس لیے مسلمان ملکوں میں اصل ضرورت جمہوریت کی نہیں، بلکہ ایک آمر کی ہے جو مصطفیٰ کمال اور رضا شاہ پہلوی کی طرح اسلامی اور مذہبی اقدار کے علمبردار عناصر کو کچلے اور دبائے۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان ملکوں میں کمیونسٹ ایسی شخصیات کو ہیرو کے طور پر پیش کرتے ہیں جن کا جمہوریت سے دور کا بھی تعلق نہیں ہوتا۔ ان شخصیات کو "مردِ انقلاب" اس لیے قرار دیا جاتا ہے کہ یہ بدترین آمرانہ اور ظالمانہ طریقوں سے اسلامی عناصر کو کچلنے کی کارروائیاں کرتے ہیں اور اس سلسلہ میں جمہوری اقدار، بنیادی حقوق اور عدلیہ کی آزادی کے تصور کی دھجیاں بکھیر دیتے ہیں۔

مسلمان ملکوں میں کمیونسٹوں کی کوشش یہ ہوتی ہے کہ جمہوریت کو آنے یا کام کرنے کا موقع نہ دیا جائے اور کسی طرح سے فوجی عناصر میں نفوذ حاصل کر کے اور گٹھ جوڑ کر کے کوئی ایسا فوجی انقلاب لایا جائے جس سے لادینی یا سوشلسٹ مزاج کے ڈکٹیٹر برآمد کیے جا سکیں۔ اس مقصد کے لیے پاکستان میں کمیونسٹوں کی طرف سے پنڈی سازش کیس کی صورت جو پہلی ناکام کوشش ہوئی تھی، گو وہ ناکام رہی لیکن اس سلسلہ میں کمیونسٹ عناصر مایوس نہیں ہوئے۔ انہیں پوری پوری امید ہے کہ ایک نہ ایک دن کوئی فوجی ٹولہ ضرور ایسا برسرِ اقتدار آ جائے گا جو سیکولرازم کا دلدادہ ہوگا۔ پس اس موقع پر کمیونسٹ اس فوجی انقلاب کی مدح سرائی کرتے ہوئے اسلامی عناصر کو کچلنے کے لیے اپنی خدمات کے ساتھ آگے آگے چلیں گے۔

بعض لوگ کمیونسٹوں کی جانب سے پاکستان کی موجودہ ضیاء الحق حکومت کی مخالفت کو دیکھ کر یہ گمان کرتے ہیں کہ شاید کمیونسٹ فوجی حکومت کے حق میں نہیں، لیکن ان کی غلط فہمی عبداللہ ملک کی تازہ ترین کتاب "تیسری دنیا، فوج اور اقتدارِ اعلیٰ"

کے مطالعہ سے دور ہو جائے گی۔ اِس کتاب میں عبداللہ ملک لکھتے ہیں کہ تیسری دنیا میں تبدیلی لانے والے عناصر کمزور ہیں اور فوج ہی وہ طاقت ور عنصر ہے جو صحت مندانہ تبدیلیاں لا سکتا ہے۔ جب بھی فوج صحت مند تبدیلیوں کے لیے اپنا اقتدارِ اعلیٰ استعمال کرے تو ترقی پسند طاقتوں کا فریضہ ہے کہ وہ فوج کی حمایت کریں۔ گویا ضیاءالحق حکومت سے کمیونسٹوں کے اختلاف کی وجہ یہ نہیں ہے کہ یہ فوجی حکومت ہے بلکہ یہ ہے کہ یہ اسلام کا نام لیتی ہے۔ اگر یہ اسلام کا نام نہ لے اور کمیونسٹوں کی پسند کے مطابق "ترقی پسندانہ اصلاحات نافذ کرے تو بھی فوجی حکمران انقلابی حکمران اور ترقی پسندوں کے محبوب بن جائیں گے۔

مسلمان ملکوں میں کمیونسٹ حکمت عملی، بیوروکریسی سے ربط و ضبط اور بیوروکریسی سے گٹھ جوڑ کو بھی بنیادی اہمیت دیتی ہے، کیونکہ کمیونسٹوں کی طاقت کا سرچشمہ بھی بیوروکریسی ہے۔ بیوروکریسی کو بھی معلوم ہے کہ سوشلزم کے نعرے اور پبلک سیکٹر کے فروغ کی وجہ سے ملکی صنعتوں اور صنعتی اداروں پر افسر شاہی کا کنٹرول ہو جاتا ہے۔ نیشنلائزیشن کے بعد افسروں کو دونوں ہاتھوں سے دولت لوٹنے کا موقع ملتا ہے، اس لیے بیوروکریسی سوشلزم کا نعرہ لگانے والوں کو انعام و اکرام سے نوازتی رہتی ہے اور یہی مسلمان ملکوں میں سوشلسٹوں کی طاقت کا پس منظر ہے اس پس منظر کی بنا پر ہی کمیونسٹوں اور بیوروکریسی کے درمیان گہرے رشتے پروان چڑھتے ہیں اور اسی وجہ سے خاص طور پر ذرائع ابلاغ میں کمیونسٹ عناصر چھائے رہتے ہیں۔

مسلمان ملکوں میں کمیونسٹوں کی ایک کوشش یہ ہوتی ہے کہ ہر طرح کے تضادات کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر نکالا جائے اور ان کے ٹکراؤ کو انتہا تک پہنچایا جائے۔ اس لیے کمیونسٹ ہر وقت نسلی، علاقائی، لسانی عصبیتیں پھیلانے اور بھڑکانے میں مصروف رہتے ہیں۔ واحد قوم کی جگہ علیحدہ علیحدہ قومیتوں کا پرچار کیا جاتا ہے، صوبائی خود مختاری کے نام پر ملک دشمن ذہنیت کو فروغ دیا جاتا ہے، لیکن ایسا صرف مسلمان ملکوں میں

کیا جاتا ہے۔ غیر مسلم ملکوں میں اس کی بجائے وطنِ عزیز کی وحدت و سالمیت اور واحد قومیت کے احساس و ارتقا پر زور دیا جاتا ہے۔ مثلاً بھارت میں کمیونسٹ کسی علیحدگی پسند تحریک کی تائید نہیں کرتے۔ مقبوضہ کشمیر کے حریت پسند، مشرقی پنجاب کے اکالی تامل ناڈو کے ڈراور کازگام، آندھرا کی تلگو دیشم پارٹی یا آسام کا ایجی ٹیشن، غرض ہر علاقے میں علیحدگی پسند تحریکوں کے خلاف سب سے بڑا اور سب سے مضبوط محاذ کمیونسٹوں کا ہے۔ وہ ان علاقائی و لسانی حقوق کے علمبرداروں سے یہ کہتے ہیں کہ انسانیت کو علیحدہ علیحدہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں بانٹنے کا دور گزر گیا۔ تاریخ کا سفر منزلِ وحدت کی جانب ہے۔ اسی لیے بھارت میں صوبہ داری اور لسانی عصبیتوں کی بنا پر سیاست غلط ہے، لیکن یہی بات وہ پاکستان میں کہنے کے لیے تیار نہیں اور پاکستان یا عالمِ اسلام کے دوسرے حقوق میں تفرقہ برپا کرنا، تعصبات کو بھڑکانا اور خانہ جنگی کے معاملات پیدا کرنا اُن کا بنیادی مقصد قرار پاتا ہے۔

آپ نے اکثر مسلمان ملکوں میں کمیونسٹوں کو علاقائی تہذیبوں کا جھنڈا لہراتے دیکھا ہو گا۔ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ یہ ایک مسلم تہذیب یا اسلامی تہذیب کی وحدت کو ناپسند کرتے ہیں۔ ان کی کوشش ہے کہ مسلمان تہذیبی طور پر اپنی اسلامیت سے مرتد ہو کر علاقائیت کو اپنی تہذیبی اساس مان لیں، حالانکہ جو علاقائی تہذیبیں ہیں وہ کمیونسٹ فلسفہ کے نقطۂ نظر سے ماضی کی سڑی گلی جاگیردارانہ اور قبائلی تہذیب کا ورثہ ہیں۔ کمیونزم کی تعلیم یہ ہے کہ محنت کش عوام کو اس پرانے لوک ورثہ یا ماضی کی تہذیب سے نجات حاصل کر کے جدید پرولتاری کلچر کی طرف پیش قدمی کرنی چاہیے۔ کیونکہ جب ساری دُنیا کے مزدور ایک ہیں تو آگے چل کر سارے مزدوروں کی تہذیب بھی ایک ہو گی۔ بخلاف اس کے عالمِ اسلام میں کمیونسٹ دانش ور مزدور آبادی کے شہری پرولتاری کلچر کے بجائے دیہاتیوں کی لوک تہذیب کے گیت گاتے رہتے ہیں۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ علاقائی تہذیب پر زور دینے سے معاشرہ کی اسلامی وحدت کو مجروح کرنے کا موقع ہاتھ آجاتا ہے۔ پس وہ پرولتاری کلچر کا لفظ بھی

زبان پر نہیں لاتے اور علاقائی کلچروں کی بات کرتے رہتے ہیں۔ دوسرے غیر مسلم ملکوں میں علاقائیت پر یہ زور و شور نہیں ہے۔ اسے صرف مسلمان ملکوں ہی کے لیے مفید سمجھا گیا ہے۔ بھارت کے کمیونسٹ دانشوروں کی تحریریں پڑھ لیجیے، وہ علاقائیت اور علاقائی تہذیبوں کا مضحکہ اُڑاتے ہیں اور اُسے ماضی کی ناکارہ شئے بتاتے ہیں۔ اِدھر ہمارے پاکستانی کمیونسٹ دانشور اس کے بالکل برعکس خیالات کی تبلیغ کرتے نظر آتے ہیں۔

عالمِ اسلام میں کمیونسٹوں کی حکمتِ عملی میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اسلامی عناصر باہم متحد نہ ہوں اور آپس میں لڑتے جھگڑتے رہیں۔ اِس کے لیے وہ کیا کیا تدبیریں کرتے ہیں اور کس کس طرح سے اپنا یہ مقصد حاصل کرتے ہیں۔ اس پر ایک علیحدہ مضمون کی ضرورت ہے، لیکن یہ بات واضح ہے کہ اسلامی عناصر کو آپس میں لڑتے بھڑتے رکھنا کمیونسٹ ڈپلومیسی کا ایک اہم اصول ہے۔ اس کے علاوہ مسلمان ملکوں میں فواحش و منکرات کو فروغ دینے کے لیے بھی کمیونسٹ خاص طور پر کام کرتے ہیں، کیونکہ ان کے خیال میں منکرات و فواحش کے ذریعے اسلامی رُوح کو کمزور کیا جاسکتا ہے، بلکہ وہ ادب اور فنونِ لطیفہ کے پردوں میں عیاشی اور فحاشی کا زہر نوجوانوں میں پھیلاتے رہتے ہیں۔ نیز خدا اور مذہب اور اخلاقیات کے خلاف فن کو استعمال کرتے ہیں۔

ان سب نکات کو پیشِ نظر رکھا جائے تو یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ مسلمان ملکوں میں کمیونسٹ حکمتِ عملی کا اہم نکتہ یہ ہے کہ یہاں سامراج کے تعاون اور بیوروکریسی کے گٹھ جوڑ سے مسلمانوں میں نامسلمان ذہنیت پیدا کی جائے اور جمہوریت کو نہ آنے دیا جائے اور آمریت کی راتوں ہی کو ملک پر مسلط رہنے دیا جائے۔ کیوں کہ شب خون مارنے کا موقع راتوں ہی میں نکل سکتا ہے، دن کی روشنی میں نہیں۔